سابقین اولین لوگوں کے قائدین تھے جنہوں نے اسلامی معاشرے کے لیے فقہائے عظام اور محدثین کرام جنم دیئے۔

[الصحابة و مكانتهم فى الاسلام ص ٨٤]

{۲} ڈاکٹر گستاف لیبان فرانسیسی اپنی کتاب [تمدن عرب ص۱۳۴] میں لکھتا ہے: خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس نئے دین کو متعدد چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ صحابہ کرام اپنی مؤمنانہ فراست اور حسن تدبیر کی بدولت ہر کٹھن منزل پر غالب آئے۔ خلافت کے لیے قرن اول میں ایسے لوگ منتخب ہوئے جن کی اول و آخر غرض و غایت دین محمدی کی نشر و اشاعت تھی۔

[الصحابة و مكانتهم فى الاسلام ص ٨٤]

{۳} مشہور انگریز گبن Giboon خلفائے راشدین کے متعلق لکھتا ہے: ''پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے۔ ان کی سرگرمی، دلدہی، اخلاص کے ساتھ تھی۔ اور ثروت و اختیار پا کر بھی انہوں نے اپنی پوری عمریں ادائے فرض اخلاقی اور مذہبی میں صرف کیں۔ [دو متضاد تصویریں ص۲۴] والفضل ما شهدت به الأعداء.

قوم کا مستقبل

''طلبہ ملک کا مستقبل ہیں'' آیئے دیکھیں کہ اس مستقبل سے آپ کے ''حال'' کیا تعلق ہے؟ آج جو طلباء کا ''حال'' ہے وہ کل ملک کا ''مستقبل'' ہوگا۔ یہی طلبہ کل مختلف میدانوں میں اپنا مقام پیدا کریں گے۔ اجتماعی زندگی کے ہر دائرے میں ان طلباء کا بڑا اہم کردار ہوگا۔ آج طلبہ ذمہ داری، فرض شناسی، دیانتداری، محنت، خودداری، غیرت و حمیت، حب دین اور حب الوطن کے احساسات سے معمور ہیں، تو ملک کے مستقبل کی قیادت انہی صفات کی حامل ہوگی۔ اگر آج کے طلباء میں غیر ذمہ دارانہ رویہ، مفاد پرستی اور مغرب سے مرعوبیت کا چلن عام ہو تو پاکستان میں اسی کلچر کا رواج ہوگا۔

تقسیم ہند سے قبل انگریز نے جو نسل تعلیم دے کر تیار کی، اس میں خاص غلامانہ ذہنیت، مرعوبیت، احساس کمتری اور منہ ٹیڑھا کر کے انگلش بولنے والی نسل تیار کی تھی۔ آج ہماری قیادت بالکل اسی کی عکاس ہے۔ یہ کل کے طلباء جو آج کا پاکستان ہیں، اس حقیقت کی گواہی دے رہے ہیں کہ طلباء ملک کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اگر آج ہم اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے اور بہاؤ کے رخ پر ہی بہتے چلے جاتے ہیں، تو نہ صرف ہمارا حال بدتر ہوگا؛ بلکہ اس ملک کا مستقبل اس حال سے بدتر ہوگا۔ ابھی ملک کا مستقبل آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ اپنے ''حال'' کو بہتر بنا کر ملک کے ''مستقبل'' کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) انتخاب: مدیر التحریر

تربیت اولاد

اولاد والدین کی نافرمان کیوں ہوتی ہے

سلمان یوسف شگری

آج کل کے ماڈرن بچوں کا اپنے والدین کے حکم کو ٹھکرانا، بات نہ ماننا، والدین کو حقیر سمجھنا، شادی کے بعد اکثر والدین کو الگ کر دینا، اور والدین کا یہ شکوہ عام ہو رہا ہے "ہمارے بچے نافرمان ہو گئے ہیں، ہماری باتیں مانتے ہی نہیں......"

اگر میں پوچھوں کیا کبھی والدین نے یہ سوچا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟! کیا کبھی اس کا حل ڈھونڈھنے کی کوشش کی ہے؟ تو جواب یقیناً یہ آئے گا کہ نہیں......؟ میں اکثر سوچتا ہوں کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جو بات مجھے سمجھ آئی ہے، وہ یہ کہ ایسی صورت حال کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ **والدین اپنے بچے کو سمجھ نہیں پاتے ہوں:** کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ ان کے کیا خیالات ہیں؟ ان کے اندر کیا خوبی اور کیا خامی ہے؟ والدین کو سب پہلے اپنے بچے کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، کیونکہ بچے کی اصل تربیت گاہ اس کا گھر ہوتی ہے اور تربیت دینے والے اس کے والدین ہوتے ہیں۔ سکول اور ٹیچر کا اتنا زیادہ رول نہیں جتنا والدین کا ہوتا ہے، کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا دماغ بالکل ہر کام، ہر بات اور ہر چیز سے خالی ہوتا ہے۔ اس کی عقل، اس کا ذہن بالکل فریش ہوتا ہے۔ اور جب آہستہ آہستہ بڑھنے لگتا ہے اور اس کے اندر سننے اور سمجھنے کی صلاحیت آتی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ گھر میں جو صورت حال ہوتی ہے، جو کچھ بات سنتا ہے، یا جو چیز دیکھتا ہے اس کے دل و دماغ میں نقش کر جاتے ہیں۔ اگر بچہ کسی ایسے گھر میں آنکھ کھولتا ہے جس میں والدین آپس میں روز لڑائی جھگڑے میں گزارتے ہیں، یا جن کے شب و روز گالی گلوچ میں گزرتے ہوں تو ایسے گھر میں بچے کیسے اچھے بن سکتے ہیں؟ کیسے اچھی تربیت پا سکتے ہیں؟! جو والدین ایک دوسرے سے خوش نہیں، تو ان کے بچے ان سے کیسے خوش ہو سکتے ہیں..........؟

اگر اس نے کسی ایسے گھر میں آنکھ کھولی ہے جس میں اسلامی ماحول ہو، والدین ایک دوسرے کی عزت کرتے ہوں، ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوں اور ایک دوسرے کے جذبات کا احساس کرتے ہوں، اگر ایک دوسرے کو "جی" کر کے بلاتے ہوں، مہذب ہوں تو بچے بھی ایسے ہی بنتے ہیں۔

۲۔ **والدین کے گفتار اور کردار میں تضاد پایا جاتا ہو:** یہ چیز بچے کی زندگی میں سب سے زیادہ اثر انداز

ہوتی ہے کیونکہ جو کچھ والدین اس کو سمجھاتے، سکھاتے ہیں یا کہتے اور جو آپ کرتے ہیں، دونوں مختلف ہوں تو اس تضاد کا بچے کی زندگی میں بہت عمل دخل ہوتا ہے۔ کہ آپ بچے سے کہیں کہ نماز پڑھیں خود نہ پڑھتے ہوں، بچے کو کسی اچھے کام کے کرنے کا کہیں اور خود نہیں کرتے ہوں، بچے سے کہیں کہ دوسروں سے روّیہ اچھا رکھیں، خود دوسروں سے بہت ترش روّیہ رکھتے ہوں، جن کے قول و فعل میں تضاد ہو، ان کے بچے کیسے صحیح ہو سکتے ہیں؟ کہاں اچھی تربیت پا سکتے ہیں......؟!

۳۔ **والدین اپنے بچوں کو وقت نہیں دیتے ہوں:** یہ سب سے اہم ہے کہ والدین اپنے بچوں کو وقت دیں۔ ان کو ہر صحیح اور غلط سمجھاتے رہیں، ان کو معاشرے کے حالات سے آگاہ کرتے رہیں، دین کی باتیں سمجھائیں، زندگی کیسے گزارنا ہے؟ اسلامی زندگی کیا ہے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کیا ہوتے ہیں؟ آج معاشرہ کے بگڑنے کا سبب ہی حقوق العباد کی پامالی ہے...... والدین کو چاہیے کہ سب سے زیادہ حقوق العباد کا درس دیں کہ بندوں کا بندوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے؟ اس کی اہمیت اور اس کی ضرورت پر زیادہ سے زیادہ زور دیں۔ کیونکہ یہی بچے کل بڑے ہوں گے، یہی بچے کل معاشرے کا فرد بنیں گے۔ انہی افراد سے معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے۔ آج اگر آپ ان کو سمجھاتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے اللہ کی لعنت پڑتی ہے۔ چغلی کرنا، جھوٹی گواہی دینا، ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا، دوسروں کی عیب جوئی کرنا، ایک دوسرے کو آپس میں لڑانا، ایک دوسرے کا ناحق مال کھانا، دوسروں کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا، ایک دوسرے کو گالی گلوچ کرنا، ایک دوسرے کی بے عزتی کرنا، اپنی پاور کا بے جا استعمال کرنا بالکل غلط ہے۔ الغرض ہر وہ برائی جو آج ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے۔ ان تمام برائیوں کے متعلق اگر آپ اپنے بچوں کو باخبر کریں، بچوں کو سمجھائیں کہ یہ وہ برائیاں ہیں جس سے پورا معاشرہ بگڑ جاتا ہے، جس سے عدل و انصاف اور ایک دوسرے کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہی وہ اعمال ہیں جو آپ کی ادا کردہ تمام عبادات، تمام نیکیوں کو ختم اور تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

عام طور پر لوگوں کی غلط تربیت ہونے کی وجہ سے آج کہیں انصاف اور ہمدردی نظر نہیں آتی۔ بہتر یہ ہے کہ لوگ اولاد کی صحیح تربیت کریں، اچھے انداز میں ان کو نصیحتیں کریں، ان کی ہنسی مذاق میں بھی دلچسپی لیں، ان کے دوست بن جائیں۔ ان کو سمجھائیں کہ دوسروں کے ساتھ تعلقات کیسے قائم کرنے ہیں، کن لوگوں سے کیا سلوک کرنا ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی کیا اور کون ہوتے ہیں۔ ان کی اہمیت، صلہ رحمی کی فضیلت و مرتبہ کیا ہے۔ رشتہ دار کے ساتھ، معاشرے کے ساتھ اور عام مسلمانوں کے ساتھ اور تمام انسانوں کے ساتھ کیسے سلوک کرنا ہے۔

ان سارے کاموں کے لیے والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو وقت دیں۔ خصوصاً ابتدائی تربیت میں والدہ کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے، کیونکہ بچے والد سے زیادہ والدہ کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ اس لیے والدہ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو والدین کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔

کچھ بچے سکول آ کر بگڑ جاتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

(الف) سکول کا غلط انتخاب: بچے کو سکول بھیجتے وقت سکول کا صحیح انتخاب کرنا بھی ضروری ہوتا ہے والدین کا واحد معیار یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سکول میں پڑھائی کیسی ہے؟ بلکہ یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ سکول کا تربیتی منہج کیسا ہے؟ پڑھانے والے استاد کیسے ہیں؟ سکول کا علمی و عملی ماحول کیسا ہے؟

(ب) مضمون کا غلط انتخاب: والدین اپنے ذہن کے مطابق بچے کے لیے مضمون کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ والدین کو بچے کے ذہن اور اس کی صلاحیت، اس کا رجحان سمجھ کر اسی مضمون کا انتخاب کر لینا چاہیے جو بچے کے لیے مناسب ہو۔ کیونکہ ہر بچے کا الگ الگ ذہن ہوتا ہے، جدا جدا صلاحیت اور رجحان ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ہر انسان کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اس لیے بچے کو اسی مضمون کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں اس کا ذہن کام کرتا ہے یا جس کو وہ چاہتا ہے۔ اگر والدین اپنی مرضی سے مضمون کا انتخاب کرتے ہیں تو اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اکثر بچے پڑھائی چھوڑ دیتے یا گھر سے باغی ہو جاتے ہیں۔

الغرض بچے کے اچھا یا برا بننے میں والدین کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے، کیونکہ بچے کی پہلی اور اصل تربیت گاہ اپنا گھر ہوتی ہے۔ اور پہلا استاد اپنے والدین ہوتے ہیں۔ آپ ایک والد یا والدہ ہونے کے ناطے اپنے بچوں کو وقت دیں۔ ان کو صحیح اور غلط سمجھائیں۔ اسلامی آداب، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، عبادات، حقوق العباد، اٹھنا بیٹھنا، دوسروں کے ساتھ تعلقات، والدین کی اہمیت، ان کا مقام و مرتبہ، معاشرے کی خوبیاں اور خامیاں، رشتہ داروں کے ساتھ میل جول، مسلمانوں کے ساتھ، عام لوگوں کے ساتھ تعلقات، دوسروں سے لین دین، الغرض ہر وہ چیز جو ایک انسان کو مکمل زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوتا ہے، وہ سب سمجھانا والدین پر فرض ہے۔ کیونکہ یہی وقت ہوتا ہے کہ بچہ کا ذہن ایک خالی کاغذ کی مانند ہوتا ہے، آپ کی مرضی ہے اس کاغذ پر جس طرح لکھ لیں، وہی آخر تک بچے کے دل و دماغ میں نقش کر جاتا ہے۔ ایک مثال بہت مشہور ہے کہ ایک ٹیچر نے پڑھاتے ہوئے بچوں سے یہ سوال کیا کہ جو جنت میں جانا چاہتا ہو ہاتھ کھڑا کرے۔ تو سب نے ہاتھ کھڑے کر دیے ایک نے